**دل ناز بیگم**

پی ایچ ۔ڈی سکالر، شعبہ اردو نادرن یونیورسٹی ،نوشہرہ

**ڈاکٹر سمیرا گل**

اسسٹنٹ پروفیسر ، شعبہ اردو نادرن یونیورسٹی ،نوشہرہ

ڈاکٹر وزیر آغا کی تنقیدی جہات

**Dilnaz Begum**

Ph.D Scholar, Department of Urdu, Northern University Noshehra

**Dr.Sumaira Gul**

Assistant Professor, Department of Urdu, Northern University Noshehra

**Critical Aspects Of Dr. Wazir Agha**

Dr.Wazir Agha,renowned scholar and critic had made significant contributions to the Urdu language and literature .With a prolific career that spanned several decades, Dr.Agha authored 60 books including 20 works on critical topics , essays and ideologies .His writings and ideas had a profound impact on Urdu literary critics expanding its scope and approach. A unique perspective was brought to his work owing to Dr.Agha’s critical insights and analyses which is marked by a deep understanding of language , literature and culture. Dr.Agha’s contributions to Urdu literature were unparalleled in his capacity as a scholar. His literary work serve as a source of inspiration and knowledge for new generations of readers and writers, exemplifying the power of critical thinking and intellectual exploration.

**Keyword**: Dr. Wazir Agha,Authored, literature and culture, language, Critical aspects,

**کلیدی الفاظ:** نقاد، تنقیدی دبستان ، وزیر آغا، تخلیق کار ،

ڈاکٹر وزیر آغا محقق ،نقاد، شاعر اور انشائیہ نگار کی حیثیت سے اردو ادب میں ایک بلند مقام رکھتے ہیں۔چونکہ وہ ایک منفرد اور عہد ساز نقاد ہیں۔اس لیےان کا شمار اردو ادب کےتنقید نگاروں کی صف ِ اول میں ہوتا ہے۔ان کے انشائیے اور آزاد نظمیں بھی متاثر کن ہیں لیکن جو ذہنی توانائی انہوں نے تنقیدی کام میں صرف کی ،وہ اپنی مثال آپ ہے۔ان کی تنقید میں فلسفے اور تحقیق کا عمل دخل زیادہ رہاہے۔ڈاکٹر وزیر آغا کسی ایک خاص تنقیدی دبستان سے وابستہ نہیں ہیں۔لیکن تنقید کے ہر دبستان سے ان کی وابستگی اور تنقیدی کاوشیں ناقابلِ فراموش ہیں۔ان کی قریباً 60 تصانیف میں سے 20 سے زائد کتب تنقیدی موضوعات،تنقیدی مضامین اور تنقیدی نظریات پر مشتمل ہیں ۔

ڈاکٹر وزیر آغا جدیدمفکرین میں ایک نظریہ ساز نقاد کی حیثیت رکھتے ہیں ،ان کی تنقیدی جہات نے اردو تنقید کے اُفق کو وسیع کیا۔ان کے ذہن کی کشادگی اور گہرے تنقیدی مطالعے نے نت نئے مباحث کو جنم دیا۔ان کے تنقیدی نظریات اپنے اندر کئی جہانِ معنی رکھتےہیں۔وہ بیک وقت تخلیق کار بھی ہیں اور تنقید نگار بھی،عملی نقاد بھی اور نظریاتی نقاد بھی۔ڈاکٹر وزیر آغا کی تنقیدی کتب میں مختلف تنقیدی جہتیں ملتی ہیں۔

جیسے فکری جہت،سائنسی جہت،امتزاجی،اسلوبیاتی،اصطلاحی،تخلیقی،تحقیقی،ارتقائی ،جمالیاتی،تجزیاتی،ارضی،اساطیری اور تاریخی وغیرہ۔ان کی تنقید کی ہر جہت اپنے اندر لا متناہی مفاہیم پوشیدہ رکھے ہوئے ہے۔ان کی تنقیدی جہات میں تنوع ہے۔وزیر آغا کے ہاں تنقید کے ساتھ تحقیق بھی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ڈاکٹر وزیر آغا نے جب بھی کسی ایک موضوع پر تنقیدی نوعیت کی کتاب لکھی تو تنقید سے پہلے تحقیق کی طرف رجوع کیااور اسی موضوع سے متعلق ایک لمبا چوڑا تحقیقی پس منظر اس کتاب کی زینت بن جاتا ہے۔جیسے "اردو شاعری کا مزاج" سے پہلے اردو شاعری کا پس منظر،اقبال پر تنقیدی کتاب"تصوراتِ عشق و خرد اقبال کی نظر میں" سے پہلے تصورات اقبال کا یورپی پس منظر،اور اسلامی پس منظر،وغیرہ۔ ڈاکٹروزیر آغا تنقید کو تحقیق سے علیحدہ چیز قطعاً خیال نہیں کرتے۔اگرچہ بعض اوقات یہ پس منظر اتنا طویل ہو جاتا ہے کہ قاری کا دھیان مطلوبہ موضوع سے ہٹ جاتا ہے۔لیکن غور کرنے پر اندازہ ہوجاتا ہے کہ وزیر آغا کی تنقیدی کتب تحقیقی پس منظر کے بغیر نا مکمل ہوتی ہیں۔ان کے تحقیقی مطالعے سے واضح ہو جاتا ہے کہ کسی بھی نقاد کے لیے تحقیقی انداز ِ فکر نا گزیرہے

تحقیقی اندازِ فکر کے اعتبار سے ڈاکٹر وزیر آغا کی عمدہ تصنیف"مجید امجد کی داستان ِ محبت" کو بھی قرار دی

جاسکتا ہے جس کا تخلیقی اور تنقیدی کمال یہ ہے کہ مصنف نے مجید امجد کے صرف مجموعہ کلام میں سے اُن

کی حقیقی زندگی کی داستان ِ محبت کو ایسے مرتب کیا کہ بقولِ جاوید قریشی "اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا

کہ کوئی کڑی گم ہو گئی ہے۔ (1)

ڈاکٹر وزیر آغا کی تنقید میں اصطلاحی جہت بھی قابلِ تعریف ہے۔اصطلاح کا مطلب ہے ،کوئی بھی لفظ جو معاشرے اور ثقافت کے موافق استعمال ہو۔اصطلاحات دوسری زبانوں سے بھی ماخوذ ہو سکتی ہیں،اور اپنی زبان میں تخلیق بھی۔وزیر آغا کی تنقید میں انہوں نے اپنے طور پر جو تنقیدی اصطلاحات استعمال کی ہیں وہ ان کے وسیع مطالعے پر دلالت کرتی ہیں۔ان اصطلاحات کے جو معنی انہوں نے اخذ کیے ہیں وہ عام قاری کے ادراک سے باہر سہی،لیکن تنقیدی ادب میں خوشگوار اضافے کی حیثیت رکھتی ہے۔"اردو شاعری کا مزاج "میں انہوں نے یُن،یانگ،جست،دھرتی،مادری نظام اور پدری نظام کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔مادری نظام کی اصطلاح برصغیر میں موجود اور پدری نظام برصغیر سے باہر کی اقوام کے لیے مستعمل ہے۔

اس کے علاوہ "تنقید اور جدید اردو تنقید" میں انہوں نے پیٹرن اور آہنگ کی اصطلاحیں استعمال کی ہیں۔اور اس کی تفہیم نقاد کے لیے ضروری قرار دی ہے۔وزیر آغا کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے اگرچہ الفاظ کو نئے معنی کے ساتھ استعمال کیا ہے لیکن وہ معنی اجنبی معلوم نہیں ہوتے ۔جیسے انشائیہ کا لفظ انہوں نے "پرسنل ایسے"کے لیے استعمال کیا ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا کا شمار تنقید نگاروں کے اس ٹولے میں ہوتا ہے۔جن کو قدرت نے تجزیاتی صلاحیت سے مالا مال رکھا ہے۔ان کواللہ نے گہرے تفکر سے نوازا تھا۔ان کی تنقیدی جہات میں مجلسی تنقید اور اصطلاحی تنقید کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔تنقید کی ان دو اقسام کو اردو ادب میں ڈاکٹر وزیر آغانے ہی متعارف کرایا۔مجلسی تنقید پر ایک مفصل مضمون ان کی کتاب "تنقید و مجلسی تنقید" میں شامل ہے۔کسی مجلس یا مشاعرے میں موجود افراد اگر کسی فن پارے کے متعلق زبانی کلامی اظہارِ رائے دیں اور وہ تنقیدی نوعیت کی ہو،تو اس کو وزیر آغا مجلسی تنقید کا نام دیتے ہیں۔

ان کے مطابق اگر کوئی مجلسی نقاد مجلس میں موجود کسی شاعر یا مصنف پر تنقید کرے اور یہ نکتہ چینی کی صورت میں ہو تو ممکن ہے کہ شاعر یا مصنف کا حوصلہ مجروح ہو،لیکن اسی مجلس میں اگر کوئی تحسین آمیز الفاظ میں واہ واہ کی صدا بلند کرے تو فن پارے کے خالق کو تسلی ہو جاتی ہے۔دوسری صورت یہ بیان کی ہے کہ بعض اوقات تحسین کی واہ واہ کی آواز اتنی بلند ہو جاتی ہے کہ آناً فاناً تمام مجلس کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔نتیجہ اس کا یہ نکلتا ہے کہ فن پارے کے کچھ نقائص خود بخود نظر انداز ہو جاتے ہیں۔اس کو ڈاکٹر وزیر آغا نے مجلسی تنقید کی خامی قرار دی ہے۔مختصر یہ کہ وزیر آغا نے مجلسی تنقید کی خوبیاں اور خامیاں دونوں مدِ نظر رکھی ہیں:

تنقیدی مجلس میں انبوہ کا تخریبی رجحان جب کار فرما ہو جائے تو تنقیدی صلاحیت کا ایک حد تک مفلوج

ہو جانا ایک با لکل فطری امر ہے۔لیکن جہاں انبوہ کے ترکش میں زہر آلود تیر ہوتے ہیں۔وہاں اس کے دامن

میں عقیدت اور توصیف کے پھولوں کی بھی فراوانی ہوتی ہے۔دیکھنے کی بات محض یہ ہے کہ انبوہ کس حربے کو

پہلے جنبش میں لاتا ہے۔بے شک ان دونوں میں سے کسی ایک حربے کی طرف انبوہ کا رجحان محض اتفاقیہ نہیں

ہوتا بلکہ یہ بعض تحریکات اور اقدامات کے تحت بیدار ہوتا ہے۔تاہم یہ حقیقت ہے کہ جب ایک بار یہ رجحان

بیدار ہو جاتا ہے تو پھر یہ آن ِ واحد میں انبوہ کے تمام افراد میں پھیل جاتا ہے۔اس ضمن میں تخریبی رجحان کے

ساتھ ساتھ توصیفی رجحان بھی کم اہم نہیں۔صرف اسےمناسب تحریک سے بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔(2)

مجلسی تنقید کے ساتھ امتزاجی تنقید کی اصطلاح بھی ڈاکٹر وزیر آغا ہی کی متعارف کردہ ہے۔امتزاجی تنقید کی تعریف ڈاکٹر وزیر آغا ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

امتزاجی تنقید سے مراد یہ ہے کہ نقاد کے علم اور مطالعے کا دائرہ وسیع ہو اور وہ جملہ تنقیدی زاویوں سے

فن پارے کا جائزہ لینے پر قادر ہو۔(3)

امتزاجی تنقید کے ضمن میں وزیر آغا نقاد سے وسیع مطالعے کا مطالبہ کر تے ہیں۔جبکہ کسی نقاد کے لیے تنقید کے تمام مکاتبِ فکر کا مطالعہ کرنا کسی ایک مخصوص وقت میں مشکل ہو سکتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ وزیر آغا کا یہ نظریہ زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکا۔ان کے خیال میں امتزاجی تنقید کسی نقاد کے لیے خود کسی امتحان سے کم نہیں۔کیونکہ امتزاجی تنقید کسی نقاد سے فن پارے کے متعلق معیار اور تنقیدی مزاج کا مطالبہ کرتی ہے اور ہر نقاد کا ذوق ِ نظر اور تنقید ی مطالعہ اتنی وسعت نہیں رکھتا ۔چنانچہ وسیع علمی ذخیرہ اور گہری تنقیدی بصیرت امتزاجی نقاد کے لیے ضروری ہے۔مختصر یہ کہ امتزاجی تنقید کا دائرہ کار نہایت وسیع ہے۔یہ لا محدود زاویوں کی نشاندہی کرتی ہے۔وزیر آغا نے امتزاجی تنقید کے لیے وسیع تر اصول کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اس ضمن میں لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ امتزاجی تنقید ایک وسیع تر ڈسپلن ہے جو ساختیاتی تنقید کے علاوہ دیگر تنقیدی زاویوں سے

بھی روشنی حاصل کرتا ہے۔تاہم وہ تنقید کے مختلف پیرایوں کی "حاصل جمع" نہیں ہے۔وہ حاصل جمع

سے "کچھ زیادہ" ہے اور اس میں اس کیانفرادیت ہے۔ (4)

ڈاکٹر وزیر آغا کے نزدیک امتزاجی تنقید ،تنقید کی ہمہ جہت اقسام میں سے ایک ہے۔جو اپنے اندر نہایت وسعت رکھتی ہے۔ اور یہ عام تنقید کا کام نہیں۔اس کے لیے گہری بصیرت اور تیز فہمی درکار ہوتی ہے۔وزیر آغا خود بھی ایک امتزاجی نقاد ہیں۔ان کی تنقید ی کتب میں انہوں نے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا مطالعہ مل جاتا ہے۔ڈاکٹر وزیر آغانے سائنس ،سماجیات،تاریخ،حیاتیات، ساختیات اور دیگر علوم سے استفادہ کیا ہے۔

اسی کے پیشِ نظر ڈاکٹر انور سدید نے لکھا ہے:

ڈاکٹر وزیر آغا کے ہاں تنقید کا جو نظام مرتب ہوتا ہے اس نے کسی ایک سر چشمہ ء علم سے استفادہ نہیں کیا بلکہ

یہ سب علوم کو روشنی کے ماخذ تصور کرتا ہے۔اور انہیں یکساں آزادی کے ساتھ مزید روشنی پھیلانے کے لیے

کہا جائے تو یہ با لکل مناسب ہوگا۔Synthetic Criticism استعمال کرتا ہے اور اگر اسے امتزاجی تنقید یا

اس قسم کی تنقید مروّ جہ تنگ گھاٹیوں میں سے گزرنے کے بجائے کشادہ اور کھلے میدانوں میں سفر طے کرتی ہے۔(5)

ڈاکٹر وزیر آغا کو قدرت نے تجزیاتی صلاحیت سے بدرجہ اتم نوازا تھا۔تجزیہ و تحلیل کی خوبی اُن میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔وہ جب کسی فن پارے پر تنقید کرتے تو فن پارے کا بھی تجزیہ کرتے اور فن پارے کے خالق کا بھی۔بعض جگہوں پر ان کی عملی تنقید بھی تجزیاتی نوعیت کی ہوتی ہے۔انہوں نے اردو کی کلاسیکی شاعری،نئی شاعری،ساختیاتی نظام،جمالیاتی عناصر،جدیدیت کے رجحان،یہاں تک کہ غالب و اقبال کی شاعری پر بھی تجزیاتی انداز میں تنقید موجود ہے۔مختصر یہ کہ ان کی تنقید کا تجزیاتی پہلو نہایت کمال کا ہے۔سماجی نظام کے حوالے سے فرد کی زندگی کا تجزیہ کچھ اس انداز میں سامنے آتا ہے۔

فرد کے گرد تو زندگی دائرہ در دائرہ پھیلتی چلی گئی ہے۔پہلا دائرہ گھر کا ہے جہاں اس کے مسائل کی نوعیت

خالصتاً نجی ہے۔دوسرا دائرہ اس کے پیشہ کا ہے جہاں وہ جسم و جاں کا رشتہ برقرار رکھنے میں مصروف ہے۔

تیسرا دائرہ مذہب اور فن کا ہے جہاں اسے روحانی تسکین کی تلاش ہے۔چوتھا دائرہ سیاست کا ہے جہاں وہ

ذہنی یا جسمانی طور پر دوسروں سے متصادم ہے۔پانچواں دائرہ حیاتیاتی سطح کا ہے جہاں وہ کرہّ ارض کے دوسرے

باسیوں مثلاً نباتات،حیوانات اور حشرات الارض سے ایک کبھی نہ ختم ہونے والی جنگ میں مبتلا ہے۔چھٹا دائرہ

آسمانی برادری کا ہے جس میں اس کی زمین محض ایک معمولی سے رکن کی حیثیت رکھتی ہے۔علیٰ ہٰذا القیاس مراد

یہ کہ جب ہم روح ِ عصر کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے ہماری مراد وہ روح ہے جو فرد کے گرد پھیلے ہوئے لا تعداد دائروں

کے پھیلنے اور سمٹنے سے وجود میں آتی ہے۔(6)

وزیر آغا کی تنقید میں ارضی جہت بھی نمایاں ہے۔وہ کسی ادب کو تب تک پائیدار اور قابلِ تعریف نہیں سمجھتے جب تک اس کا تعلق اپنے سماج،اپنی دھرتی اور اپنی تہذیب سے نہ ہو۔وزیر آغا زراعت کے پیشے سے وابستہ رہے ہیں ۔زراعت کے پیشے سے منسلک ہو نے کی وجہ سے ان کا کھیتوں کے متعلق مشاہدہ نہایت تیز تھا۔فصل بیج سے کیسے اُگتی ہے؟پھر وقتاً فوقتاً اس کی نشوونما کیسے ہوتی ہے؟ اور دوبارہ بیج کی شکل کیسے اختیار کرتی ہے؟یہ سب ان کے گہرے تدّبر کا نتیجہ تھا۔

چنانچہ یہیں سے ان کی"دھرتی پوجا" کےنظریےکی ابتدا ہوتی ہے۔اس نظریے کو اکثر نقادوں نے قابلِ اعتراض ٹھہرایا ہے اور اسے ہندووانہ طرزِ فکر کا حامل نظریہ قرار دیا ہے۔تحسین فراقی اس سلسلے میں سب سے آگے تھے۔بہرحال ارضیت کے نظریے سے ان کا مطلب یہی تھا کہ اگر کوئی ادیب اپنی دھرتی سے جڑا ہوا نہ ہو تو اس کا کو ئی ادبی فن پارہ کامیابی کی حدوں کو نہیں چھو سکتا۔"تنقید و مجلسی تنقید" میں" ادب میں ارضیت کے عناصر "کے عنوان سے ڈاکٹر وزیر آغاایک مضمون میں لکھتے ہیں:

جب تک کسی خطے کا ادب اپنے عقبی دیار سے متعلق نہ ہوگا ۔وہ خون کی گرمی،ماضی کی نمی اور زمین کے لمس سے

آشنا نہ ہو سکے گا پھر آپ اس میں ہزار آفاقیت اور انسانیت کی اعلیٰ قدریں ٹھونس دیں۔وہ ایک گونجدار نظریاتی

تحریر تو شاید بن جائے لیکن ادب نہیں بن پائے گا۔۔۔۔۔۔۔ادب تو تجربے سے پھوٹتا ہے،تجربہ شرکت کے بغیر

ناممکن ہے اور شرکت اس وقت ہوتی ہے جب آپ اُس خطہ ءارضی سے پوری طرح جُڑے ہوئے ہوں جس کا آپ

نے دودھ پیا ہے۔(7)

ڈاکٹر وزیر آغا کسی بھی ادیب کے لیے اپنی دھرتی اور اپنی تہذیب سے جڑا ہوا رہنا ضروری قرار دیتے ہیں۔اگرچہ اکثر انہوں نے بیشتر نقادوں کے اختلاف کا بھی سامنا کیا ہے لیکن ارضیت کے حوالے سے اپنے نظریات و خیالات کا بلا خوف اظہار کرتے ہیں۔ہم عصر وں کے لاکھ اختلاف کے باوجود ڈاکٹروزیر آغا نہ تو کبھی مغلوب ہوئے نہ خوف زدہ۔ڈاکٹر وزیر آغا نے جس نظریے سے بھی اتفاق کیا اس سے پیچھے نہیں ہٹے۔دھرتی پوجا اور ارضیت کے معاملے میں وزیر آغا کو شدید اختلافات کا سامنا کرنا پڑا تھا۔خصوصاً تحسین فراقی،رشید ملک،شمیم احمد،ظفر اقبال اورڈاکٹر سلیم اختر نے ڈاکٹر وزیر آغاکے اکثر نظریات کی مخالفت کی ۔ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

اُن (وزیر آغا) کے افکار و تصورات نے پوری ادبی دنیا میں تحرک کی متعدد لہروں کو موجزن رکھا۔اثبات

و اختلاف کے متعدد زاویے اُبھرے۔ان کے حق میں بہت کچھ لکھا گیا،تو ان سے اختلاف کرنے والوں نے

بھی کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔(8)

لیکن یہ نقاد بھی ڈاکٹر وزیر آغا کی وسیع النظری اور گہری تنقیدی بصیرت کا انکار نہیں کر سکے۔اور اس بات کا اعتراف کرتے رہے کہ وزیر آغا اپنے دور کے سب سےزیادہ ذہین اور فہم رسا مفکر و نقاد رہے۔تحسین فراقی ان کی قابلیت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

ترقی پسندوں سے ہٹ کر جن چند نقادوں نے نام پیدا کیا ہے ۔ان میں ایک بڑا نام ڈاکٹروزیر آغا کا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی تنقید کی ایک بڑی خوبی ان کا تفکر ہے۔تجزیاتی صلاحیت کا بھی انہیں بہرہ وافر ملا ہے۔

ڈاکٹر صاحب ان نقادوں میں سے ہیں جو کسی نظریے یا دبستان سے وابستہ ہونا پسند نہیں کرتے۔۔۔۔

ڈاکٹر صاحب سے اختلافات اپنی جگہ مگر اس میں شک نہیں کہ انہوں نے اردو تنقید کے افق کو وسیع

کیا ہے۔(9)

ڈاکٹر وزیر آغا کی تنقیدات میں اساطیری فکر کا حامل مواد بھی بے حساب مل جاتا ہے۔اس کی مثال"اردو شاعری کا مزاج " ہے۔وزیر آغا دقیق نظریات رکھنے والےنقاد ہیں ۔بعض اوقات ڈاکٹر وزیر آغا کی ثقیل تنقید سے قاری کا مستفید ہونا مشکل ہوجا تا ہے۔کیونکہ ان کی تنقید پڑھنے کے بعد قاری پر عیاں ہو جاتا ہے کہ اس سے ذہن کی پرتیں کھلتی چلی جاتی ہیں اور تنقید کی بے شمار جہتیں سامنے آنے لگتی ہیں۔انہوں نے اپنے مخصوص تجزیاتی انداز میں اردو ادب میں ہر زاویے سے جنم لینے والے سوالات کا جواب دینے کی بھر پور کوشش کی ہے ۔ڈاکٹر وزیر آغا کے بصیرت افروز تنقیدی نظریات اردو ادب میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

حوالہ جات

(1)۔رفیع ازہر، محمد،وزیر آغا کے تنقیدی رویے،لاہور:جمہوری پبلی کیشنز،2015،ص101

(2)۔وزیر آغا،ڈاکٹر،تنقید و مجلسی تنقید،لاہور:آئینہ ادب،1981،ص216

(3)۔وزیر آغا،ڈاکٹر،تنقید اور جدید اردو تنقید،سرگودھا: مکتبہء اردو زبان،1989،ص241

(4)۔انور سدید،ڈاکٹر،مرتبہ:مکالمات(وزیر آغا سے) ،لاہور: مکتبہء فکر وخیال،1991،ص260

(5)۔انور سدید ،ڈاکٹر،وزیر آغا ایک مطالعہ، کراچی: مکتبہء اسلوب،1983،ص162

(6)۔وزیر آغا، ڈاکٹر،تنقید و مجلسی تنقید،لاہور:آئینہ ادب،1981،ص166

(7)۔ ایضاَ،ص 134،135

(8)۔انور سدید ،ڈاکٹر،وزیر آغا کے خطوط انور سدید کے نام،لاہور:شرکت پرنٹنگ پریس، ص57

(9)۔تحسین فراقی،جستجو،لاہور: یونی ورسل بکس،1986،ص43